نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں اس قسم کے بے مقصد مباحث میں نہیں جانا چاہیے۔ نیز چونکہ شریعت نے بھی اس تقابل کی ضرورت محسوس نہیں کی اور نہ ہی کہیں اس طرف اشارہ تک کیا ہے۔ بلکہ انفرادی طور پر احادیثِ مقدسہ میں حسبِ ضرورت ہر ایک مقام کی فضیلت ذکر کر دی گئی ہے۔ اس لیے ہمارے لیے ان میں سے افضل مقام کی تعیین مشکل ہے۔ بہرحال دونوں مقامات کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے۔ مگر احادیثِ مبارکہ اور دیگر قرائن کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کی فضیلت کے باوصف مکہ مکرمہ افضل ہے۔ ہمارا رجحان اسی طرف ہے۔ جیسا کہ مصنف نے جمہور کا قول نقل کیا ہے۔

۳۔ لیکن یہ کہنا کہ آپؐ کا مدفن، بیت اللہ یا عرشِ معلّٰی سے بھی افضل ہے، یہ محلِ نظر ہے۔ کیونکہ آپؐ کے مدفن کو آپؐ کا مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ یقیناً بہت بڑی فضیلت ہے، مگر اسے عرش سے افضل نہیں کہا جا سکتا کیونکہ عرش کو اللہ تعالیٰ کا مستویٰ (جائے استوآء) ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش سے خصوصی تعلق ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں متعدد بار ارشاد ہوا ہے:

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝" [1] (طٰہٰ: ۵)

لہٰذا آپؐ کے مدفن اور عرش کی فضیلت و برتری میں بھی وہی فرق ہے جو خالق اور مخلوق میں۔ واضح رہے کہ یہاں تقابل آپؐ اور عرش کا نہیں بلکہ آپؐ کے مدفن اور عرشِ معلّٰی میں ہے!

۴۔ مصنف نے شرح مناسک نووی کے حوالہ سے جو ذکر کیا ہے کہ آدمی جس جگہ دفن ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی سے وہ ابتداء میں پیدا کیا جاتا ہے، یہ بھی بلا دلیل ہے۔ اور شریعت میں اس قسم کی کوئی صراحت یا اشارہ تک نہیں ملتا۔ اور اگر آیتِ قرآنی "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ" [2] (طٰہٰ: ۵۵) سے یہ معنیٰ لینے کی کوشش کی جائے تو یہ خانہ ساز تفسیر ہوگی۔ کیونکہ آیتِ مذکورہ میں ھا ضمیر کا مرجع مطلقاً زمین ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں دوسرے مقام پر یوں بھی آیا ہے:

"فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ" [3] (الاعراف ۲۵)

---

[1] "رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔"

[2] "اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے!"

[3] "اسی (زمین) میں تم زندگی گذارو گے اسی میں مرو گے۔ اور اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔"

۵۔ مصنف کا یہ کہنا کہ "آنحضرتؐ کا مدفن عرش سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مکان سے بے نیاز ہے" الخ اس بارہ میں واضح ہو کہ یہ عقیدہ معتزلہ وغیرہ گمراہ لوگوں کا ہے۔ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلند ہیں اور عرش پر مستوی! ــــ البتہ استواء کی کیفیت ہمارے تصور میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں چھ مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مستوی علی العرش ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو الاعراف: ۵۴۔ یونس: ۳۔ الرعد: ۲۔ الفرقان: ۵۹۔ الٓمٓ السجدۃ: ۴۔ الحدید: ۴)

اس کے ساتھ ساتھ اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کریم اپنے علم و قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن اس کی ذات (جس کی کیفیت کا تصور تک بھی انسان کے لیے محال ہے) عرش پر ہے۔ ہمارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، اس معنیٰ میں ہوتا ہے کہ اللہ کا علم اور قدرت ہر جگہ، ہر وقت اور ہر ایک پر حاوی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ بذاتہٖ ہر جگہ موجود ہے تو یہ نہ صرف صریح گمراہی، بلکہ حق تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اور اس عقیدہ سے مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ کا انکار لازم آتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کا عرش پر ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ عرش کا محتاج ہے۔ یا اسے اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہر اوپر والی چیز، نیچے والی چیز کی محتاج نہیں ہوتی جیسا کہ آسمان، زمین سے اوپر ہونے کے باوجود، اپنی بلندی اور وجود میں، زمین کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز سے اعلیٰ اور بلند ہے۔ اور کسی کا محتاج نہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ"۔ (العنکبوت: ۶)

"بیشک اللہ تعالیٰ جہان والوں سے مستغنی ہے۔"

"وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ"۔ (فاطر: ۱۵)

"اور اللہ تعالیٰ وہی غنی تعریف والا ہے!"

هٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!

(سعید مجتبیٰ سعیدی)

مسئلہ استواء علی العرش کی مزید وضاحت

استواء کا معنیٰ اللہ ربّ العزت کا بذاتہٖ عرش پر مستوی ہونا کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ،